29

ہمارا مقصد خدا تعالیٰ کی بادشاہت کو دنیا میں قائم کرنا ہے۔

(فرمودہ 7 ستمبر 1945ء بمقام ڈلہوزی)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"میں پچھلے دو خطبات سے جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلا رہا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کے لئے ایک نیا تغیر آئندہ بیس سال میں مقدر ہے۔ اور وہی لوگ اِس دَور میں اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو کر حاضر ہو سکیں گے جو اِس دَور کے امتحانوں میں کامیاب ہوں گے۔ میں نے پہلے بھی توجہ دلائی تھی کہ کسی قوم کی ایک ہی قربانی اس کے ہمیشہ کام نہیں آسکتی۔ ہم میں سے ہر ایک آدمی جانتا ہے کہ دن میں ایک یا دو یا تین دفعہ کھانا ضروری ہوتا ہے۔ جیسا بھی کسی کے ہاں رواج ہو۔ اگر انسان ہر روز کھانا نہ کھائے تو اُس کی وہ قوتیں جو تحلیل ہوتی رہتی ہیں ان کا بدل پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر ایک انسان بیس سال تک ناک، کان، آنکھوں اور ہاتھ پیر سے کام لیتا رہے اور بعد میں کچھ عرصہ کے لئے اپنے ان اعضاء سے کام لینا چھوڑ دے۔ مثلاً کانوں میں روئی ٹھونس کر ان کو بند کر دے۔ یا آنکھوں پر پٹی باندھ کر انہیں بیکار کر دے۔ یا ایسے ہی دوسرے اعضاء سے کام نہ لے تو یہ دلیل اس کے ہرگز کام نہ آئے گی کہ میں پہلے بیس سال ان اعضاء سے کام لیتا رہا ہوں۔ اگر اب کام نہ لیا تو کیا نقصان ہو گا۔ اگر وہ ان اعضاء سے کام نہ لے گا تو یقیناً کچھ دنوں کے بعد اس کی طاقتیں معطل ہو جائیں گی۔

یہی حال روحانی طاقتوں کا ہوتا ہے۔ کئی نادان سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے پہلے بہت سی قربانیاں کر دی ہیں وہی ہمارے لئے کافی ہیں ہمیں آئندہ کے لئے قربانیاں کرنے کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ وہ ہر روز کھانا کھاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ کل پرسوں یا اترسوں کا کھایا ہوا کھانا ہمارے لئے کافی ہو گا۔ اور بغیر کسی کے کہنے کے ہر روز کھانا کھا لیتے ہیں۔ سوائے بچوں کے کہ والدین ان کو کہہ کر کھانا کھلاتے ہیں کہ کھانا کھالو نہیں تو معدہ خراب ہو جائے گا۔ اور پانچ دس دن کی تاکید کے بعد وہ بھی اس نصیحت کے محتاج نہیں رہتے۔ تو ہر وہ انسان جو یہ سمجھتا ہے کہ پچھلی قربانیاں اس کے لئے کافی ہیں وہ سخت غلطی پر ہے۔ جس طرح کل کا کھایا ہوا اس کے آج کام نہیں آسکتا اِسی طرح پچھلی قربانیاں انسان کو آئندہ کے لئے مستغنی نہیں کر سکتیں۔ بلکہ روحانی زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے ہمیشہ نئی نئی قربانیوں کی ضرورت رہتی ہے۔ پھر قربانیاں بھی اوقات کے بدلنے کے ساتھ بدلتی چلی جاتی ہیں۔ ایک وقت مالی قربانی کی ضرورت ہوتی ہے تو دوسرے وقت جانی قربانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ ہمیشہ ایک ہی قسم کی قربانی کی کسی قوم کو ضرورت رہے۔ پہلی قربانیاں اُس موت سے بچانے کے لئے تھیں جو گزشتہ میں پیش آسکتی تھی۔ اور آئندہ کی قربانیاں آئندہ کی ہلاکت سے بچنے کے لئے ہیں۔ جس نے دو سال پہلے کھانا کھایا تھا اُس نے اس کھانے سے اُسی فاقہ کی موت سے نجات حاصل کی تھی جو دو سال پہلے آسکتی تھی۔ اُس کھانے سے وہ دو سال بعد آنے والی موت سے نہیں بچ سکتا۔

میں پہلے بھی کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ مومن کبھی بھی اپنی پچھلی قربانیوں کی وجہ سے مطمئن نہیں ہوتے۔ بلکہ اپنے ایمان کی زیادتی کے لئے قربانیوں میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک جان ایمان کی حالت میں عزرائیل کے سپرد نہ کر دی جائے اس سے پہلے کسی شخص کا مطمئن ہو جانا حد درجے کی حماقت ہے۔ گورنمنٹ کے ٹیکسوں کے ادا کرنے میں کبھی ہمارے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ ہم نے پچھلے سال ٹیکس ادا کر دیا تھا اِس سال ادا کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ساری عمر ٹیکس ادا کرتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے معاملہ میں ہم یہ سمجھ لیتے ہیں کہ کچھ عرصہ قربانی کر دی تو ہماری ذمہ داری ختم

ہو گئی۔ ہم پانچ وقتوں میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی آوازِ بلند کرتے ہیں اور دنیا کے سامنے بآواز بلند اس بات کو پیش کرتے ہیں کہ اللہ ہی سب سے بڑا ہے لیکن مجھے حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہوتا کہ اصل کام تو ہم نے کیا نہیں۔ کیا واقع میں کوئی جگہ ایسی ہے یا کوئی مقام ایسا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کو اَکْبَرُ سمجھا جاتا ہے۔ اس دنیا میں مجھے تو کوئی جگہ ایسی نظر نہیں آتی۔ اگر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے یہ معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے تمام بادشاہوں، دنیا کے تمام ڈکٹیٹروں، دنیا کے تمام پریذیڈنٹوں سے بڑا ہے اور اس سے بڑا کسی کو نہ سمجھا جائے تو آج دنیا میں یہ ہو نہیں رہا۔ لوگ سٹالن کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی کچھ بھی حیثیت نہیں سمجھتے۔ ٹرومین کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی کچھ بھی حیثیت نہیں سمجھتے۔ میکاڈو 1(Mikado) کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی کچھ بھی حیثیت نہیں سمجھتے۔ اور ایٹلے کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی کچھ بھی حیثیت نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ کی آواز سٹالن کی آواز کے مقابلے میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ ٹرومین کی آواز کے مقابلے میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ میکاڈو کی آواز کے مقابلے میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ اور ایٹلی کی آواز کے مقابلے میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ یہ بات تو درست ہے کہ ٹرومین ایک آواز بلند کرے تو سارا یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ اُس کی آواز کے پیچھے چل پڑے گا لیکن اِس کے مقابل پر تم مجھے ایک گاؤں ہی بتا دو جہاں اللہ تعالیٰ کی آواز کی لوگ پوری طرح پیروی کرتے ہوں۔ تم ٹرومین کو بھی چھوڑ دو، تم سٹالن کو بھی چھوڑ دو، تم ایٹلی (Attlee) اور میکاڈو کو بھی جانے دو۔ تم مجھے اللہ تعالیٰ کی آواز کی اتنی وقعت ہی دکھا دو جتنی وائسرائے ہند لارڈ ویول کی آواز کی، یا جتنی سر گلیسی کی آواز کی، یا جتنی ملک خضر حیات خان کی آواز کی وقعت سمجھی جاتی ہے۔ تم ان بڑے آدمیوں کو بھی چھوڑ دو تم مجھے خدا کی آواز کی اتنی وقعت ہی بتا دو جتنی چوہڑوں کے پنچ کی آواز کو دی جاتی ہے۔ چوہڑے اُس کی آواز پر سب کچھ کر گزرنے کو تیار ہو جاتے ہیں لیکن آج بندے خدا کی آواز کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے۔ کیا ہمارے لئے شرم کی بات نہیں کہ جب دنیا اللہ تعالیٰ سے بیگانہ ہے اور جب دنیا کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی آواز کی کوئی بھی وقعت نہیں رہی اُس وقت ہم اپنے آرام کی فکر کریں اور اِس اہم کام کی طرف توجہ نہ کریں جو ہمارے سامنے ہے۔ ہم پانچ وقت دنیا کے سامنے ایک پروگرام پیش کرتے ہیں کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کی اپنے نفسوں کے مقابل میں، اپنی حاجات کے مقابل میں، اپنی اولادوں کے مقابل میں، اپنے مالوں کے مقابل میں، کیا نسبت قائم کرتے ہیں۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنے نفسوں پر ترجیح دیتے ہیں، اپنے مالوں پر ترجیح دیتے ہیں، اپنی اولادوں پر ترجیح دیتے ہیں، تو ہم یقیناً خوش قسمت ہیں۔ لیکن اگر ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنے نفسوں پر، اپنے مالوں پر، اپنی اولادوں پر ترجیح نہیں دیتے تو ہمارے جیسا بد قسمت روئے زمین پر کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور ہمیں اپنے انجام کی فکر کرنی چاہیے۔ پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوریوں کو دیکھ کر 1/3 حصہ سے زیادہ وصیت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ گویا 7/10 حصہ ہمارے لئے رکھا اور 3/10 حصہ اپنے لئے۔ مگر کتنے ہیں جو اِس حصہ کو بھی دینے کے لئے تیار ہیں۔ ہماری جماعت وہ ہے جو یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہے اور ایک حد تک وہ اس دعویٰ کے مطابق عمل بھی کرتی ہے۔ لیکن ہماری جماعت میں سے بھی تھوڑے ہیں جو 3/10 حصہ کی قربانی کرتے ہیں۔ میرے نزدیک ایسے لوگ مشکل سے دس فیصدی ہوں گے۔ باقی لوگوں میں سے کچھ حصہ ایسا ہے جو 1/10 اور 3/10 کے درمیان چکر لگاتا رہتا ہے۔ اور کچھ حصہ ایسا ہے جو 1/10 کی بھی پورے طور پر قربانی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی اپنا حصہ تھوڑا رکھا ہے۔ لیکن اس تھوڑے حصے کو بھی ادا کرنے میں بعض لوگ کوتاہی سے کام لیتے ہیں۔ پھر اوپر کا حکم تو وصیت کے متعلق ہے۔ اپنی زندگی میں تو انسان اپنی جائیداد ساری کی ساری بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں دے سکتا ہے۔ جیسے حضرت ابو بکرؓ نے کیا۔ مگر لوگ بجائے اس کے کہ 3/10 حصہ کو 4/10 حصہ یا 5/10 حصہ کی طرف لے جائیں 1/10 حصہ کی قربانی کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے۔ اور اپنے اموال کو اپنے آرام و آسائش پر یا اپنی اولادوں یا دوسری ادنیٰ ادنیٰ ضروریات پر خرچ کر دیتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے دین کے لئے ان کے مالوں میں کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ جب ہماری جماعت میں سے بعض افراد کا یہ حال ہے جو دن رات اللہ تعالیٰ کے نشانات کا مشاہدہ کرتی ہے کہ وہ اپنے مالوں میں سے 1/10 حصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں تو باقی قومیں جو اللہ تعالیٰ سے بالکل بیگانہ ہیں ان کے

متعلق تم خود ہی قیاس کر لو کہ وہ کس قدر اللہ تعالیٰ کے لئے قربانی کرتی ہوں گی۔ تو اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا خانہ خالی پڑا ہے اور وہ کام جو ہم نے کرنا ہے بہت دور ہے پہلے دنیا میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا اعلان کیا جاتا ہے پھر اس کے بعد اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اعلان کیا جاتا ہے۔ پھر اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلَ اللّٰہِ کا اعلان کیا جاتا ہے۔ پھر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کا اعلان کیا جاتا ہے۔ پھر حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر اقامت پر قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اقامتِ صلوٰۃ ہونے کے بعد دنیا ایک نیا پروگرام بناتی ہے اور توحید کے حقیقی معنے سیکھتی ہے۔ صرف تکبیر بیان کرنے میں اور کامل توحید میں بہت بڑا فرق ہے۔ تکبیر سے صرف اللہ تعالیٰ کی بڑائی ظاہر ہوتی ہے لیکن توحیدِ کامل انسان کے تمام اعمال پر اثر انداز ہو کر اسے ادنیٰ مقام سے اعلیٰ مقام تک لے جاتی ہے اور اس کی قوتوں میں ایک نئی تبدیلی پیدا کر دیتی ہے۔ کامل توحید کی آگے کئی شاخیں ہیں۔ لیکن جب تک دنیا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر قائم نہ ہو جائے، جب تک دنیا اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلَ اللّٰہِ پر قائم نہ ہو جائے، جب تک حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ پر عمل نہ کیا جائے جب تک حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ اپنی پوری شان نہ دکھائے، جب تک اسلام کے سارے احکام کا پورے طور پر قیام نہ ہو جائے اُس وقت تک اقامتِ صلوٰۃ نہیں ہو سکتی۔ جماعت کا فرض ہے کہ وہ اقامت صلوٰۃ کے لئے پورے طور پر کوشش کرے۔ لیکن ہم تو ابھی تک اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا پروگرام بھی پورا نہیں کر سکے۔ اگر ہم اسی جدوجہد پر ٹھہر جائیں تو ہماری مثال اُس شیر گُدوانے والے جیسی ہو گی کہ جب اُسے دو چار سُوئیاں چبھتیں تو وہ کہتا اِس عضو کو چھوڑو آگے چلو۔ آخر گُودنے والے نے سُوئی رکھ دی اور کہا کہ اب تو شیر کا کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ ہماری جماعت کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اسے ابھی قربانیوں کے میدان میں صرف سُوئیاں چبھنے لگی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں میں تمہارے پاس کوئی جنتر منتر لے کر نہیں آیا کہ تمہیں بغیر کسی تکلیف کے کامیابی حاصل ہو جائے۔ بلکہ تمہیں وہ ساری قربانیاں کرنی ہوں گی جو پہلی قوموں نے کیں۔ اور تمہارے لئے وہی رستہ مقدر ہے جس پر پہلے انبیاء کی جماعتیں تم سے پہلے چلیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں کے سروں

پر آرے رکھ کر اُن کو چِیر دیا گیا لیکن وہ اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے۔2 اور یہ ادنیٰ بشاشتِ ایمان ہے۔ جب ادنیٰ بشاشتِ ایمان یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان تک بھی قربان کرنے سے دریغ نہ کرے تو اعلیٰ بشاشتِ ایمان کے متعلق اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ وہ کیا کیا قربانیاں کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ بہر حال ہمارے لئے ابھی ان ادنیٰ بشاشتِ ایمان والی قربانیوں کا کرنا ضروری ہے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جماعت ابھی اِس قابل نہیں ہوئی اِس لئے ابھی جانی قربانی کا مطالبہ نہیں کیا گیا۔ جیسے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ اصل میں تو ایک مومن دس کافروں پر بھاری ہے۔3 لیکن چونکہ تم میں ابھی کمزوری اور ضعف ہے اس لئے اب تم میں سے ایک مومن کو کم سے کم دو کافروں کے مقابلہ سے نہیں بھاگنا چاہیے۔ تو ہر ایک کام کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وقت مقدر ہوتا ہے جب وہ وقت آجاتا ہے تو اس کام کے کرنے کا اللہ تعالیٰ حکم دے دیتا ہے۔

جماعت کے بعض لوگوں سے یہ بات سن کر کہ ہمارے لئے یہی رستہ مقدر ہے جس پر ہم چل رہے ہیں میں حیران ہوتا ہوں کہ میں ان کی اس سمجھ پر روؤں یا ہنسوں۔ کیونکہ حماقت کی بات پر بعض دفعہ انسان کو ہنسی بھی آجاتی ہے اور بعض دفعہ رونا بھی۔ میری بھی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ جب میں جماعت کے بعض لوگوں کی یہ ذہنیت دیکھتا ہوں کہ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اسی رستہ پر چلتے چلتے ایک دن ساری دنیا پر غالب آجائیں گے تو میں حیران ہوتا ہوں کہ یہ کیسی حماقت کی بات ہے۔ آج تک کوئی قوم اس رستہ پر چل کر کامیاب نہیں ہوئی جس پر ہم چل رہے ہیں۔ صرف ایک مثال افغانستان کی قربانی کی ہمیں کامیاب نہیں کر سکتی۔ جب تک کہ ہر ملک اور ہر قوم میں افغانستان جیسی قربانیاں پیش نہ کی جائیں گی اُس وقت تک ہم کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ جس طرح بارش برستی ہے اور بے تحاشا ہر طرف پانی بہنا شروع ہو جاتا ہے اور کوئی آدمی اُس پانی کے بہنے پر تعجب نہیں کرتا اور اُسے کوئی انوکھی چیز نہیں سمجھتا۔ اِسی طرح ہمیں اپنے مال، اپنی جانیں بے دریغ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہانی پڑیں گی۔ اور ہر وہ شخص جو اِس رستے پر چلنا نہیں چاہتا اور کامیابی کو اِس راستہ سے حاصل نہیں کرنا چاہتا میں اُسے بتا دیتا ہوں کہ وہ ہمارے ساتھ نہیں چل سکتا۔ وہ دشمن ہے احمدیت کا، وہ دشمن

ہے احمدیت کی ترقیات کا۔ ہمارے لئے پہلی قوموں کی مثالیں موجود ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہؓ کو اس لئے کامیابی حاصل ہوئی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے دریغ جان و مال کی قربانی کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو اِس لئے کامیابی حاصل ہوئی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال وجان کی بے دریغ قربانی کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کو اس لئے کامیابی حاصل ہوئی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان ومال کی بے دریغ قربانی کی۔ کرشن اور زرتشت کی جماعتوں کو اس لئے کامیابی حاصل ہوئی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان ومال کی بے دریغ قربانی کی۔ ہمیں کوئی مثال ایسی نظر نہیں آتی کہ بغیر جانی ومالی قربانیوں کے کسی قوم کو کامیابی حاصل ہوئی ہو۔ ہماری جماعت کے سامنے ابھی جانی قربانی کا مطالبہ پیش نہیں کیا گیا۔ ہاں تحریک جدید میں وقفِ زندگی کا مطالبہ جماعت کے نوجوانوں کے سامنے پیش کیا گیا اور یہ پہلا قدم ہے جو جانی قربانی کی طرف لے جانے کے لئے اٹھایا گیا ہے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابتدا میں چندے کے متعلق فرمایا کہ ہر احمدی کے لئے ضروری ہے کہ کچھ نہ کچھ چندہ ضرور دے۔ خواہ تین ماہ میں ایک دھیلہ ہی دے۔ آہستہ آہستہ یہ مطالبہ ترقی کرتے کرتے 1/10 حصہ تک پہنچ گیا۔ جو لوگ موصی نہیں ہیں اور اپنے اندر اخلاص رکھتے ہیں اُن کے تمام قسم کے چندے اگر ملا لئے جائیں تو وہ 1/10 حصہ تک پہنچ جائیں گے۔ اور جنہوں نے وصیت کی ہوئی ہے اگر ان کے سارے چندے جمع کر لئے جائیں تو وہ 2/10 تک پہنچ جائیں گے اور بعض کے 3/10 تک۔ اور بعض انگلیوں پر گنے جانے والے ایسے بھی ہیں جن کے تمام قسم کے چندے جمع کئے جائیں تو وہ 4/10 یا 5/10 تک پہنچ جائیں گے۔ یہ مالی قربانی تین ماہ میں ایک دھیلا سے شروع ہو کر موجودہ حالت پر پہنچ گئی ہے۔ کیونکہ انسان کو ایک قربانی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسری قربانی کی توفیق ملتی ہے۔ اِسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کی موجودہ قربانیاں آئندہ قربانیوں کا راستہ کھولنے والی ہوں گی اور جس کے دل میں آئندہ قربانیوں کے لئے انقباض پیدا نہ ہو اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی قربانیوں کو قبول کر لیا ہے۔ اور آئندہ قربانیوں کے لئے بھی اسے اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے گا۔ لیکن جس شخص کے دل میں آئندہ قربانیوں کے لئے انقباض پیدا ہوتا

ہے اور وہ اپنے آپ کو تھکا ہوا پاتا ہے اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ اُس کی نیت کی خرابی کی وجہ سے یا اَور کسی گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُس کی قربانیوں کو قبول نہیں کیا اور اس کی قربانیاں ضائع ہو گئی ہیں۔ کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا کہ اچھا بیج بویا جائے اور وہ اچھا پھل نہ لائے۔ اگر کسی شخص کو ان قربانیوں کے نتیجہ میں مزید چندے دینے اور خدا کی راہ میں مزید تکلیفیں برداشت کرنے کی توفیق نہیں ملتی تو اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ اس سے کوئی ایسا گناہ سرزد ہوا ہے جو اسکے قربانی کے بیج کو جس نے پھل دینا تھا بہا کر لے گیا ہے۔ ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ کے حضور بہت توبہ استغفار کرنا چاہیے اور بہت دعائیں کرنی چاہئیں تا اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے اور اسے مزید قربانیوں کی توفیق عطا کرے۔ جس طرح تین ماہ میں ایک دھیلا چندہ نے بڑھتے بڑھتے موجودہ مالی قربانیوں کی صورت اختیار کر لی ہے اسی طرح جانی قربانی کا وقت بھی آنے والا ہے اور وہ وقت آنے والا ہے جبکہ دشمنانِ اسلام تمہارے سینوں میں خنجر گاڑ دیں گے۔ کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا کہ تمہارے دشمن تمہارے متعلق یہ جان لیں کہ تم اُن کو کھا جانے والے ہو اور وہ تم کو قتل نہ کریں۔ ابھی تک تو دنیا تم کو ایک کھلونا سمجھتی ہے اِس سے زیادہ تمہیں کوئی وقعت نہیں دیتی۔ اگر کسی کے جسم پر مچھر بیٹھے تو وہ آہستہ سے اُس کو اڑانے کے لئے ہاتھ ہلا دیتا ہے اور اُس کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا۔ لیکن جس شخص کے گھر میں چور گُھس آئے کیا وہ اُس کا اُسی طرح مقابلہ کرتا ہے جس طرح مچھر کو اپنے جسم سے ہٹاتا ہے؟ نہیں۔ وہ اُس کا پوری طرح مقابلہ کرتا ہے اور ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ اُس کو پکڑے۔ اور چور باوجود اس بات کے جاننے کے کہ گھر والا حق پر ہے اور میں ناحق پر ہوں اور میں ظالم ہوں اور گھر والا مظلوم ہے پھر بھی گھر والوں کا مقابلہ کرتا بلکہ کوشش کرتا ہے کہ ان کو زخمی کر کے بھاگ جائے۔ اسی طرح کفر بھی یہ خیال نہیں کرتا کہ وہ باطل پر ہے بلکہ اپنے آپ کو حق پر ہی سمجھتا ہے اور ایمان کا سختی سے مقابلہ کرتا ہے۔ جس دن کفر کو یہ معلوم ہو گیا کہ تم اسے دنیا سے مٹا دینے والے ہو وہ یقیناً سختی سے تمہارا مقابلہ کرے گا اور تمہاری گردنوں میں، تمہارے سینوں میں، تمہارے جگر میں خنجر گاڑ دے گا۔ اور کفر اپنا سارا زور لگائے گا کہ اسلام کو قتل کر دے اور اسلامی عمارت کو منہدم کر دے۔ گو ابھی وہ دن دور ہیں لیکن آہستہ آہستہ قریب آتے جاتے ہیں۔

اب بھی کئی ممالک ایسے ہیں جن میں احمدی کا داخلہ بند ہے اور ہمارے مبلغین کو وہاں جانے سے روکا جاتا ہے۔

غرض مالی لحاظ سے تو جماعت کئی سال سے قربانیاں کرتی آرہی ہے گو اعلیٰ معیار تک ابھی تک نہیں پہنچی۔ مگر جانی قربانی کے لحاظ سے ابھی ابتدا نہیں ہوئی۔ البتہ وقفِ زندگی کے مطالبہ کے ذریعہ بنیاد کا ایک نشان لگا دیا گیا ہے۔ جیسے بنیاد کھودتے وقت کسّی سے ٹک لگایا جاتا ہے۔ پھر بنیاد کھودی جاتی ہے۔ جب بنیاد کی کھدائی ہو جاتی ہے تو اُس پر دیواریں کھڑی کرتے ہیں۔ جب دیواریں بن جاتی ہیں تو ان دیواروں پر چھتیں ڈالی جاتی ہیں۔ اس کے بعد پلستر کیا جاتا ہے دروازے اور کواڑ لگائے جاتے ہیں تب کہیں جا کر مکان تیار ہوتا ہے جس طرح مکان آہستہ آہستہ کچھ عرصہ کے بعد جا کر تیار ہوتا ہے۔ اسی طرح جان دینے کی عمارت کے تیار ہونے میں کچھ دیر باقی ہے۔ کوئی عمارت بھی ایک دن میں تیار نہیں ہوتی۔ ایسے ہی یہ نہیں ہو سکتا کہ لوگ جمع ہو کر آئیں اور وہ کہیں کہ اگر تم میں سے پانچ ہزار آدمی اپنی گردنوں پر چُھری پھیر لیں تو ہم اسلام کو قبول کر لیں گے بلکہ یہ قربانیاں آہستہ آہستہ دینی پڑیں گی۔ پہلے ایک دو پھر آٹھ دس پھر پندرہ بیس اِسی طرح آہستہ آہستہ یہ تعداد بڑھتی چلی جاتی ہے۔ آخر وہ دن آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو غلبہ عطا کرتا ہے اور کفر ہتھیار ڈال دیتا ہے اور یہ کام ایک لمبے عرصہ میں جا کر ہوتا ہے۔

آج دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حالت بالکل ایسی ہی ہے جیسے حضرت خلیفہ اول اپنے ایک استاد کا خواب سنایا کرتے تھے (گو حضرت خلیفہ اول ان سے پڑھتے تو نہیں تھے۔ لیکن آپ اُن کے پاس بیٹھتے اور اُن سے روحانی باتیں کرتے رہتے تھے اس لئے ان کو استاد ہی کہتے تھے) انہوں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں شہر سے باہر گیا ہوں اور ایک کوڑھی شخص بھوپال سے باہر پُل پر پڑا ہے۔ اس کا جسم نہایت گندا ہے۔ جسم پر مکھیاں بھنک رہی ہیں۔ آنکھوں سے اندھا ہے۔ دوسرے سب اعضاء شَل ہیں۔ میں نے اس وجود سے پوچھا تم کون ہو۔ اُس نے کہا میں اللہ میاں ہوں۔ یہ سن کر میرا جسم کانپ گیا اور میں نے کہا تم اللہ میاں کیسے ہو۔ تمہارا تو اپنا برا حال ہے۔ تم خود کوڑھی ہو۔ ہاتھ پاؤں ہلا نہیں سکتے۔ آنکھوں سے تم اندھے ہو۔ ہمارا خدا تو وہ ہے جو اِن تمام عیوب سے پاک ہے۔ اس کی طاقتیں غیر محدود ہیں۔ تو اس وجود نے جواب دیا کہ میں بھوپال والوں کا اللہ ہوں یعنی بھوپال والوں کے دلوں میں میرا تصور ایسا ہی ہے۔ اسی

طرح آج اللہ تعالیٰ کی عظمت لوگوں کے دلوں میں باقی نہیں رہی۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ فقرہ اِس وقت بالکل صادق آتا ہے کہ اے خدا! جس طرح تیری آسمان پر بادشاہت ہے زمین پر بھی آوے۔4 اس سے یہ مراد نہیں کہ خدا تعالیٰ کی بادشاہت زمین پر نہیں۔ یا خدا تعالیٰ کا قانونِ قدرت آسمان پر تو چلتا ہے لیکن زمین پر نہیں چلتا۔ جس طرح خدا تعالیٰ کا قانونِ قدرت آسمان پر چلتا ہے اِسی طرح زمین پر بھی چلتا ہے۔ دنیا میں دہریہ موجود ہیں لیکن وہ بھی اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کے ماتحت چلتے ہیں۔ کوئی دہریہ یہ نہیں کر سکتا کہ زبان کی بجائے ماتھے سے چکھے یا ناک سے سُونگھنے کی بجائے کسی اَور عضو سے سُونگھے۔ تو خدا تعالیٰ کا قانونِ قدرت تو ویسا ہی زمین پر ہے جیسا آسمان پر ہے۔ اس فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ زمین پر لوگوں کے دلوں میں تیری ویسی ہی عظمت قائم ہو جائے جیسی آسمان پر ہے۔ یہ مقصد ہر وقت جماعت کے سامنے رہنا چاہیے کہ ہم نے خدا تعالیٰ کی بادشاہت کو دنیا میں قائم کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کی عظمت کو تمام دنیا کے دلوں میں قائم کرنا ہے۔ اگر ساری دنیا نیک ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا جوُا اپنی گردنوں پر رکھ لے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت قائم ہو گئی اور ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ ورنہ دو چار لاکھ جماعت کی دو تین ارب سے کیا نسبت ہے۔ ایسی بھی تو نسبت نہیں جیسے آٹے میں نمک کی ہوتی ہے۔ ان کے اموال، ان کی شان و شوکت اور ان کے رسوخ کے مقابلے میں ہماری کوئی حیثیت ہی نہیں۔

پس ہمارے دوستوں کو اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنی چاہیے اور آئندہ مزید مالی اور جانی قربانیوں کے لئے تیار ہو جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا رحم اور فضل نازل فرمائے۔ ہماری دماغی طاقتوں میں ترقی دے۔ ہماری عقلوں کو تیز کرے اور ہماری علمی حالت درست کرے۔ تا کہ ہم اس مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں جو ہمارے سامنے ہے۔ اٰمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ۔"

(الفضل 18 ستمبر 1945ء)

1: میکاڈو (Mikado): جاپانی حکمرانوں کا ٹائٹل (انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا جلد 15 صفحہ 475)

2: بخاری کتاب مناقب الانصار باب مَا لَقِیَ النَّبِیُّ ﷺ وَاَصْحَابُہٗ

3: اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ (الانفال: 66)

4: متی باب 6 آیت: 9، 10